حضرت ابوذر غفاریؑ

ملاذ العلماء مولانا سید حسن نقوی اجتہادی

حضرت ابوذر غفاریؑ بہت ہی جلیل القدر و بلند پایہ صحابی پیغمبرؐ تھے۔ آپ کا پورا نام نامی جندب ابن جنادہ تھا۔ سلسلۂ نسب کچھ اس طرح بیان کیا جاتا ہے: جندب بن جنادہ بن قیس بن عمرو بن ملیل بن حمزۃ بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار الغفاری۔ آپ کی ماں نام رملہ بنت وقیعہ غفاریہ تھا۔ جناب ابوذرؓ چھ یا سات سلسلوں کے بعد سلسلۂ نسب رسول اسلامؐ میں شریک ہوجاتے ہیں کیونکہ جناب کنانہ کے چار فرزند تھے۔ ایک فرزند نضر تھے۔ آپ کی اولاد میں رسولؐ ہیں۔ دوسری زوجہ سے ایک فرزند عبد مناف تھے، ان کی اولاد سے جناب ابوذرؓ ہیں۔ قبیلۂ غفار مکہ کے اطراف و جوانب، بدر، ودان، مدینہ کے کنارے تک آباد تھا۔ گھر والوں سے آگے بڑھ کر طبقۂ اصحاب میں ابوذر غفاریؑ اول مسلم ہیں رسولؐ مبعوث بہ رسالت ہونے کے بعد تین سال تک چھپا کر اپنے مخصوصین ہی کو دعوت اسلام دیتے رہے۔ اسی وقت آپ اسلام سے مشرف ہوئے۔ اس بناء پر یعقوبیؒ کا خیال ہے کہ سب سے پہلے آپ ہی اسلام لائے، ہاں ایک ضعیف قول خلیفۂ اول کے مقدم ہونے کا بھی بیان کیا ہے۔ آپ اسلام لانے کے بعد اپنے قبیلہ میں مقیم ہوگئے اور منتظر رہے کہ بالاعلان رسولؐ انسانوں کو اسلام کی طرف دعوت دیں تو میں بھی خدمت پیغمبرؐ میں پہنچوں۔ جب رسولؐ نے اعلانِ نبوت فرمایا اور اس کی خبر ابوذرؓ کو اپنے بھائی کے ذریعہ سے پہنچی تو آپ نے خبر کی تصدیق کرانے کے بعد ہجرت کی اور مکہ پہنچے، تین دن تک امیر المومنین حضرت علیؑ کے مہمان رہے اور تیسرے دن رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اب ظاہر بظاہر پھر بیعت پیغمبرؐ کے فرائض سے سبکدوش ہوئے اور پھر اجازت حاصل کر کے قریش کے مجمع میں اپنی اسلام دوستی کا اعلان بھی فرمادیا جس کے نتیجہ میں مشرکین و کافرین مکہ نے جناب ابوذرؓ کو زدوکوب کرنا شروع کیا یہاں تک کہ آپ زخموں سے چور چور ہوکر گر پڑے۔ جناب عباؓس نے آکر آپ کو کافروں کے ہاتھ سے نجات دلوائی۔ تین روز یہی واقعہ مسلسل پیش آیا۔ جناب عباؓس نے مشرکین سے کہا کہ یہ تم لوگ کیا غضب کرتے ہو ہماری تجارت کے راستے میں بنی غفار پڑتے ہیں، اگر تم نے ابوذرؓ کے ساتھ زیادتی کی تو پھر تجارت کا راستہ بند ہوجائے گا۔ تمہارے تجارتی قافلے جانہ سکیں گے۔ اس واقعہ کے بعد رسولؐ نے فی الحال اپنے پاس جناب ابوذرؓ کے قیام کو ضروری نہیں سمجھا اور فرمایا کہ ابوذرؓ! تمہارا ایک چچازاد بھائی تھا وہ مرگیا ہے، سوائے تمہارے اس کا کوئی وارث نہیں ہے، تم اپنے قبیلہ میں جاؤ، اس کے اموال پر قبضہ کرو اور اپنے قبیلے میں تبلیغ میں مشغول رہو۔ یہ حکم پیغمبرؐ سن کر آپ پھر اپنے قبیلہ میں واپس آگئے اور ہجرت کے سال تک اپنے قبیلے ہی میں رہے، تبلیغ دین محمدیؐ فرماتے رہے اور آپ نے تقریباً پورے بنی غفار یا بہت کافی تعداد میں بنی غفار کو مسلمان بنالیا۔

جب رسولؐ اللہ نے مکہ سے ۵۳ سنہ عام الفیل میں ہجرت کی ہے تو آپ بنی غفار سے ہوکر مدینہ تشریف لے جارہے تھے، اس وقت ابوذرؓ نے اتنے بنی غفار کو مسلمان بنالیا تھا کہ ایک بہت بڑی جماعت نے رسولؐ اسلام کا استقبال کیا اور بہت ہی عزت واحترام سے کچھ دیر کے لئے اپنا مہمان رکھا، پھر جب رسولؐ

اسلام مدینہ تشریف لے جانے لگے تو بظاہر ابوذرؓ بھی آپ ہی کے ساتھ چلے گئے، اس بناء پر کہ آپ اصحاب صفہ میں سے تھے اور اصحاب صفہ کے لئے امام جعفر صادقؑ نے اپنے آباء طاہرینؑ سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ اہل صفہ کو رسولؐ اپنے ساتھ ہی لائے تھے۔ انہیں لوگوں نے اپنے اہل وعیال، مال ودولت سب کو چھوڑ کر ہجرت کی تھی۔ علامہ مجلسیؒ کی اس تحقیق کا مؤید واثلہ بن اشقع کا وہ بیان بھی ہے کہ جو ابن سعد نے طبقات الکبریٰ میں نقل کیا ہے۔ مدینہ میں قیام کے بعد سے ہمیشہ خدمت رسولؐ میں حاضر رہے اور ہمیشہ علوم و کمالاتِ نبوت سے استفادہ کرتے رہے۔ تقریباً تمام غزوات اسلام میں آپ نے رسولؐ اسلام کے ساتھ میدان جنگ میں جہاد کرنے کا شرف بھی حاصل کیا۔

تقریباً سبھی علماء اہل سنت وعلمائے شیعہ نے آپ کے جنگِ تبوک میں رسولؐ سے چھوٹ جانے کا واقعہ لکھا ہے۔ اصل واقعہ اجمالی طور پر یہ ہے کہ ہجرت کے نویں سال غزوۂ تبوک واقع ہوا۔ جب رسولؐ اللہ تبوک کی طرف تشریف لے چلے تو جو لوگ ساتھ جانے سے چھوٹ گئے تھے، لوگ ایک ایک کا نام لے کر بتاتے تھے اور آپ فرماتے تھے کہ چھوڑو، اگر اس شخص میں کچھ نیکی ہے تو جلدی ہی اللہ اس کو ہم سے ملا دے گا اور اگر نیکی نہیں ہے تو اچھا ہوا اللہ نے تم کو اس کے شر سے محفوظ رکھا۔ اسی طرح لوگوں نے جناب ابوذرؓ کے متعلق بھی کہا کہ وہ پیچھے چھوٹ گئے ہیں، ان کا اونٹ بہت سست ہے۔ رسولؐ نے جواب وہی دیا جو دوسروں کے متعلق دیا تھا۔ واقعہ یہ ہوا کہ جناب ابوذرؓ کا اونٹ چلتے چلتے اتنا کمزور ہوگیا کہ آپ کی کوشش کے باوجود بھی رفتار سست سے سست تر ہوتی جاتی تھی یہاں تک کہ رسولؐ میں اور جناب ابوذر میں تین دن کی راہ بھر فاصلہ ہوگیا۔ اب اونٹ چپکے چپکے بھی چل نہ سکتا تھا۔ آخر میں ایک جگہ اونٹ زمین پر بیٹھ گیا۔ جناب ابوذرؓ کو خوف تھا کہ کہیں میں جہاد کی سعادت سے محروم نہ رہ جاؤں، لہذا آپ نے اپنا مختصر سامان پیٹھ پر لادا اور اللہ کا نام لے کر ریگستان کی سخت بلاخیز زمین پر پیدل ہی چلنا شروع کردیا۔ اس شدید محنت کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ پر پیاس کا سخت غلبہ ہوگیا، اللہ کی قدرت کہئے یا محبت رسالت کا ایک اور امتحان کہ ایک جگہ پر بہت ہی شیریں، شفاف پانی بھی مل گیا۔ ایک گھونٹ پانی جیسے ہی پیا خیال آیا کہ ایسا سرد و شیریں پانی اس ریگستان میں کہیں اور نہ ملے گا لہذا پہلے رسولؐ کو سیراب کرادوں پھر خود پانی پیوں گا۔ یہ دل میں ٹھان کر سخت پیاس کی شدت کی حالت میں آپ نے اپنا سفر جاری رکھا۔ ادھر لوگوں نے رسولؐ سے کہا کہ ابوذرؓ ہمارے بہت پیچھے چھوٹ گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر ابوذرؓ میں نیکی ہے تو اللہ ان کو ہم سے ملحق کردے گا، اور اگر ان میں شر ہے تو شکرِ خدا ہے کہ اس نے تم کو ان کے شر سے راحت دی۔ جب آفتاب نصف النہار تک پہنچ گیا اور گرمی کی شدت اپنے پورے شباب پر پہنچ چکی تھی تو کچھ مسلمانوں نے اپنی پشت کی سمت نظر کی تو دیکھا کہ ایک شخص اس طرف بڑھتا چلا آرہا ہے۔ لوگوں نے رسولؐ کو خبر دی کہ کوئی شخص ہماری طرف بڑھتا ہوا آرہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ ابوذرؓ ہی ہیں۔ جب لوگوں نے غور کیا تو ابوذرؓ ہی رسولؐ کی طرف آرہے تھے لیکن اس شان سے کہ پیاس کی شدت سے جاں بلب۔ رسولؐ نے فوراً اصحاب کی طرف مڑ کر فرمایا کہ جلد پانی تک پہنچو، جلد پانی تک پہنچو، ابوذرؓ سخت پیاسے ہیں۔ لوگ پانی کی طرف متوجہ ہوئے لیکن جب ابوذرؓ قریب آئے تو لوگوں نے عجب تعجب خیز بات دیکھی کہ آپ کے پاس ایک ظرف میں پانی ہے اور پھر بھی آپ پیاسے ہیں۔ رسول اسلامؐ نے پوچھا "ابوذرؓ تمہارے پاس پانی تھا پھر بھی پیاسے رہے" ابوذر نے کہا: "ہاں، یارسول اللہؐ۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان! میں جب ایک پتھر کے قریب پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہاں آسمان کا پانی جمع ہے۔ جب میں نے پانی چکھا تو بہت ہی سرد و شیریں تھا۔ میں نے دل میں کہا کہ میں اس وقت تک یہ پانی نہ چکھوں گا جب تک کہ میرے حبیب رسول اللہؐ نہ پی لیں۔ رسولؐ نے خوش ہوکر بشارت دی کہ اے ابوذرؓ خدا تم پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ تم اکیلے زندہ رہوگے، تنہائی میں تم کو

موت آئے گی، اکیلے ہی نشر کئے جاؤ گے، اکیلے جنت میں داخل کئے جاؤ گے، تمہارے ہی تصدق میں عراق کا ایک گروہ تمہاری تجہیز و تکفین کر کے سعادت و بزرگی حاصل کرے گا۔

آپ وہ بلند پایہ صحابی تھے جن کے متعلق تمام علمائے شیعہ وسنی نے رسولؐ اسلام کا یہ قول نقل کیا ہے کہ نہ آسمان نے ابوذرؓ سے زیادہ صادق آدمی پر سایہ کیا ہے اور نہ مادرِ گیتی کی آغوش میں ابوذرؓ سے زیادہ سچے انسان نے پرورش پائی۔ امام جعفر صادقؑ نے بسلسلۂ عصمت رسولؐ سے روایت کی ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ دنیا میں چار آدمیوں کی محبت کا حکم مجھ کو اللہ نے دیا ہے جن میں ایک جناب ابوذرؓ بھی تھے۔ آپ کے زہد و ورع کا یہ عالم تھا کہ رسولؐ فرماتے تھے کہ ابوذرؓ میری امت میں عیسیٰؑ کے زہد پر ہیں۔ آپ کے زہد کا یہ عالم تھا کہ فرمایا کرتے تھے کہ دو جو کی روٹیاں ایک صبح کو کھاتا ہوں، ایک شام کو کھاتا ہوں، اور دو بالوں کی چادریں ہیں ایک اوڑھتا ہوں، ایک بچھاتا ہوں۔ بس یہ تھی دولت دنیا۔ کسی شخص نے آپ سے سوال کیا کہ ابوذرؓ مرنے کے بعد تم کتنی دولت چھوڑ کر مرو گے؟ آپ نے فرمایا کہ میری دولت میرا عمل ہے۔ پوچھنے والے نے کہا: ''ہم سونے چاندی کے متعلق سوال کر رہے ہیں۔'' تو آپ نے جواب دیا کہ میرے پاس کوئی خزانہ جمع کرنے کی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں میں اپنا بہترین مال جمع کروں۔ میں نے رسولؐ کو فرماتے سنا ہے کہ انسان کا مخزن اس کی قبر ہے۔'' آپ ہی کا قول یہ بھی ہے کہ مجھ کو ہر وہ شے کہ جو کم ہو لیکن بقدرِ ضرورت ہو، اس شے سے زیادہ پسند ہے کہ جو زیادہ ہو لیکن یادِ خدا سے غافل بنا دے۔ آپ کے زریں اقوال میں یہ بھی ملتا ہے کہ جس کے پاس دو درہم ہیں اس کا حساب ایک درہم کے مالک سے بہت سخت ہے۔ آپ کے نظریۂ اقتصاد کا مفہوم یہ سمجھ میں آتا ہے کہ انسان بس اپنی ضرورت بھر اموال اپنے مصرف میں لائے اور اس کے بعد بعنوانِ واجب یا مستحب وغیرہ تمام اموال دوسرے اپنے غریب بھائیوں پر تقسیم کر دے۔ اس نظریہ کے متعلق آپ نے بنی امیہ میں خصوصیت سے خلیفۂ ثالث اور معاویہ سے باقاعدہ مستقل جہاد فرمایا ہے۔ آپ کا یہ قول تھا کہ مجھ کو تعجب ہے اس شخص سے کہ جس کے پاس گھر میں اس کا آزوقہ نہیں ہے پھر وہ کیوں دوسرے مالداروں سے اپنے حقوق وصول کرنے کے لئے شمشیر بکف نہیں نکل آتا؟ چونکہ آپ بیت المال مسلمین کو مسلمین کی ملکیت تصور فرماتے تھے۔ اس بناء پر خود بھی بیت المال سے اپنے حق سے زائد کبھی نہ لیتے تھے اور اگر کسی دوسرے کو اموالِ مسلمین پر دست درازیاں کرتے دیکھتے تھے تو بیتاب ہو جاتے تھے اور بالا علان اس کے خلاف تقریریں کرتے تھے، چاہے اس میں خلیفۂ وقت اور کسی صوبہ کا والی ہی کیوں نہ ہو۔ اس بیان کا شاہد اس واقعہ سے مل جاتا ہے کہ عثمان نے جناب ابوذرؓ کے پاس دو غلاموں کو دو ہزار دینار دے کر بھیجا اور کہا کہ یہ ابوذرؓ کو دینا اور ان سے کہنا کہ عثمان نے آپ کو سلام کہا ہے اور کہا ہے، اس رقم کو آپ قبول کیجئے، میں چاہتا ہوں کہ اس سے آپ کی تنگ دستی کے وقت میں مدد کروں۔ غلام یہ رقم لے کر آئے اور جناب ابوذرؓ سے پوری بات نقل کی۔ آپ نے پوچھا کہ کیا خلیفہ نے دوسرے مسلمین پر بھی اتنی ہی رقم تقسیم کی ہے جتنی رقم کی مجھ کو بھیجی ہے؟ ان غلاموں نے کہا: ''نہیں، کسی ایک کو بھی اتنی رقم نہیں دی گئی۔ آپ نے کہا: ''تو پھر اس کو واپس لے جاؤ کیوں کہ میں بھی تو دوسرے ہی مسلمانوں کی طرح ایک مسلمان ہوں۔ مجھ کو وہی چیز وسعت بخش سکتی ہے جو چیز تمام مسلمان کو وسعت دے۔'' دونوں غلاموں نے کہا کہ خلیفۂ وقت نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ میری ذاتی کمائی کی رقم ہے۔ قسم بخدائے لاشریک میں نے اس مال کو مال حرام سے مل جانے سے (آمیزش) سے بچایا ہے۔ میں نے مال حلال ہی سے یہ رقم آپ کے پاس بھیجی ہے۔ جناب ابوذرؓ نے کہا کہ مجھ کو اس مال کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں نے تو آج یوں صبح دیکھی ہے کہ میں تمام دنیا سے زیادہ سیر چشم ہوں۔ غلاموں نے کہا کہ خدا آپ کو اپنی حفظ وامان میں رکھے اور آپ کے حالات کی اصلاح کرے۔ ہم تو آپ کے گھر میں تھوڑا بہت کچھ مال نہیں دیکھتے تو وہ کون سی چیز ہے جس

کی بناء پر آپ غنی ہوگئے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں اس سامان کو جو تم دیکھ رہے ہو اس کے نیچے دو جو کی باسی روٹیاں ہیں (ان روٹیوں کی بناء پر میں غنی ہوں) لہٰذا میں ان دیناروں کا کیا بناؤں۔ خدا جانتا ہے کہ میں کم یا زیادہ (مال) پر قادر نہیں ہوں لیکن محبت علیؑ بن ابی طالبؑ اور ان کی عترت کی بناء پر میں غنی ہوگیا ہوں۔ اس روایت سے ہمارے سابقہ بیان کی تصدیق کے ساتھ ساتھ آپ کا زہد، حب اہلبیتؑ کی آپ کی نظر میں قدر و قیمت، سیر چشمی و قناعت بھی معلوم ہوجاتے ہیں۔ آپ نے ہر لمحۂ حیات میں ان چیزوں کی تبلیغ فرمائی، چاہے وہ مدینہ کے راستے ہوں یا شام کے بازار ہوں، خلیفۂ ثالث کا دربار ہو یا معاویہ کے قصر کا دروازہ! آپ کے علم پر حضرت علیؑ کی جیسی شخصیت سے اس قول سے روشنی پڑ جاتی ہے کہ ابوذرؓ نے علم کو اس مقدار بھر جمع کیا کہ جس سے لوگ عاجز ہیں، پھر اس علم کو یاد رکھا، مگر اس طرح کہ کوئی شے احاطۂ حفظ سے باہر نہ رہ سکی۔ خود آپ کا بیان ہے کہ طائر کے فضاء میں پروں کے حرکت دینے تک کا علم اور صحرا کے سنگریزوں تک کا علم رسولؐ نے مجھ کو تعلیم دیا ہے۔ آپ کو غیب کی خبریں تک تعلیم دی گئی تھیں۔ آپ کے خصوصیات میں یہ بھی ہے کہ آپ نے سب سے پہلے رسولؐ اللہ کو اسلامی طریقہ پر یوں سلام کیا تھا: **السلام علیکم یا رسولؐ اللہ**۔ شیعوں میں آپ کا شمار ارکانِ اربعہ میں ہے۔ آپ کی منزلت حضرت علیؑ کے اس قول سے بھی ظاہر ہوجاتی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ سات آدمی وہ ہیں جن کی وجہ سے آسمان سے پانی نازل ہوتا ہے، انسانوں کو رزق ملتا ہے، اہل زمین کی اللہ مدد کرتا ہے، ان میں جناب ابوذرؓ کا بھی نام ہے۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ میں ان سب کا امامؑ ہوں۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن تم سب سے زائد رسولؐ سے میں قریب ہوں گا کیونکہ رسولؐ کا فرمان ہے کہ سب سے زائدہ وہ مجھ سے قریب ہوگا جس میں میری ذات کے بعد تغیر نہ ہو، جیسا چھوڑ کر جا رہا ہوں ویسا ہی باقی رہے۔ خدا کی قسم تم سب میں کچھ نہ کچھ تغیر ہوگیا ہے سوائے میرے۔ آپ اہل جنت سے ہیں جیسا کہ رسولؐ نے مجمع میں ثابت کر دیا۔ ایک روز پیغمبرؐ مسجد میں تشریف فرما تھے، آپ نے کہا کہ جو سب سے پہلے مسجد میں داخل ہو وہ اہل جنت سے ہوگا اور پہلے آنے والے ابوذرؓ تھے۔ آپ کا شرف یہ بھی ہے کہ جبرئیل نے رسولؐ کو خبر دی کہ ابوذر اہل آسمان میں اپنی ایک دعا کی بناء پر بہت مشہور ہیں۔ جب رسولؐ نے دریافت کیا تو آپ نے دعا سنائی۔

آپ کے تبلیغی کاموں میں پورے بنی غفار کا اسلام ہے۔ بنی غفار سب کے سب ابوذرؓ ہی کے مسلمان کئے ہوئے ہیں۔ لبنان کے مسلمان آپ ہی کے تبلیغات کا نتیجہ ہیں اور بعض کے خیال کے مطابق آپ اسلام قبول کرنے کے بعد سے ہجرت تک دوسرے شہروں، غیر ممالک میں نشر کلمۂ حق ہی میں مصروف رہے۔ تیرہ برس سے زائد کی طویل مدت آپ نے اسی فریضہ کی انجام دہی میں گزاری۔

یہی سب وجوہ تھے جو جناب ابوذرؓ اتنے مقرب بارگاہِ پیغمبرؐ تھے کہ جب روم سے جنگ کرنے کے لئے رجب ۹ ھ میں تبوک کی طرف تشریف لے چلے ہیں تو آپ نے کعب بن مالک، حلال بن ربیع، مراوہ بن ربیع، ابوخیثمہ سالمی اور حضرت ابوذر غفاری ان افراد کو مدینہ میں حفاظت کے لئے چھوڑ دیا تھا۔ ان افراد میں ابوخیثمہ سالمی اور حضرت ابوذرؓ خدمتِ رسولؐ میں پہنچ گئے تھے۔

صاحب **درجات الرفیعه** کے قول کے مطابق جناب رسالتمآبؐ نے جناب ابوذرؓ کو ایک بہت ہی طویل وصیت کی جس میں یہ کلمے بھی ارشاد فرمائے کہ اے ابوذرؓ! میں اس وصیت کے ذریعہ سے تم کو صاحب کرم و بزرگی بناتا ہوں۔ اس کو یاد رکھنا۔ وصیت کرنے کا سبب پیغمبر اسلامؐ یہ بیان فرماتے ہیں کہ اے ابوذرؓ! تم ہم اہلبیتؑ میں سے ہو۔ اس وصیت نامہ کا تذکرہ ہم اختصار کے خیال سے ترک کرتے ہیں۔ یہ وہ صحابی ہیں جس کے متعلق حافظ ابن نعیم کا خیال ہے کہ سب سے پہلے وجود و عدم، حیات و موت، علم، بقا و فنا پر ابوذر ہی نے بحث کی ہے۔ قبل نزول شریعت تمام ان چیزوں سے پاک تھے کہ جن کو شریعت نے بعدِ

نزول بُرا بتلایا ہے۔ اسلام کے پہلے عبادت کرتے تھے، صابر و شاکر تھے، سخت سے سخت مصائب کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کرتے تھے۔ حق کے ساتھ رہتے تھے اور اس سلسلہ میں کسی ملامت گر کی ملامت سے ڈرتے نہ تھے، سلاطینِ وقت و شہنشاہانِ دہر کے رعب و دبدبہ، سطوت وجلال سے کبھی رتی بھر بھی مرعوب نہ ہوتے تھے، آپ اہلبیتؑ کے ایسے چاہنے والوں میں تھے کہ آپ نے اس محبت کے مقابلہ میں اولاد و عزت و آبرو و راحت و آرام، دولت و ثروت سب کو تج دیا تھا، بلکہ زندگی کی بھی بازی لگا کر سرفروشان اہلبیتؑ میں داخل ہو گئے۔ شجاعت کا یہ عالم تھا کہ اگر خلیفۂ وقت کو کوئی کام خلافِ شرع کرتے ہوئے دیکھا تو بغیر جھجکے ہوئے بھرے دربار میں مخالفت کردی۔ خود فرماتے تھے کہ بنی امیہ قتل اور فقر و مفلسی سے ڈراتے ہیں، مجھے زمین میں دفن ہو جانا، زمین پر زندہ رہنے سے زیادہ محبوب ہے۔ فرماتے تھے کہ اگر میرے گلے پر تلوار کی دھار رکھ کر کوئی یہ چاہتا کہ میں ان علوم کے نشر سے باز آجاؤں جو رسولؐ نے مجھ کو تعلیم دیئے ہیں تو یہ نہ ہوگا۔ میں باز نہ آؤں گا۔ ایک ایک کلمہ کو نشر کروں گا، لوگوں تک پہنچاؤں گا۔ ایک مرتبہ جناب ابوذر میں اور خلیفۂ ثالث میں حیاتِ پیغمبرؐ میں میراث کے ایک مسئلہ پر بحث ہوگئی۔ جناب ابوذرؒ نے مقدمہ خدمت رسولؐ میں پیش کیا تو رسولؐ نے ابوذرؒ کے موافق اور عثمان کے خلاف فیصلہ فرمایا تھا۔ پوری زندگی رسولؐ کے ساتھ رہے۔ جب رسولؐ کی آنکھ بند ہوئی تو اہلبیتؑ کی اس مصیبت میں آپ بھی برابر کے شریک تھے۔ رسولؐ کی وفات کے بعد ابھی رسولؐ کو دفن بھی نہیں کیا گیا تھا، رسولؐ کی میت ادھر تھی اور ادھر مسندِ خلافت کے لئے جانشینِ رسولؐ کا انتخاب ہو رہا تھا۔ ابوذرؒ، سلمانؒ، مقدادؒ، عمارؒ کے جیسے اصحابؒ امیر المومنینؑ کے ساتھ دفنِ رسولؐ میں شریک تھے۔ ادھر دفن و کفن سے اہلبیتؑ فارغ ہوئے ادھر خبر ملی کہ خلیفہ کا انتخاب ہو گیا ہے اور حضرت ابوبکر خلیفہ منتخب ہوئے ہیں۔ اس وقت ابوذرؒ اور آپ کے جیسے اصحاب کی جو حالت تھی وہ ناقابل بیان ہے۔ ایک طویل خطبے میں آپ نے تمام واقعات کا ذکر کیا ہے۔

امیر المومنینؑ کی طرف سے جن اصحاب نے خلافت کے سلسلے میں احتجاج کیا ہے ان میں جناب ابوذرؒ بھی تھے۔ آپ نے بھی بالاعلان کہا کہ خلافت بس علیؑ کا حق ہے۔ آپ کے احتجاج کا مختصر مفہوم یہ ہے کہ اے قریش کے گروہو! تم نے ذلت و گمراہی کو لے لیا اور رسولؐ کے رشتہ داروں کو چھوڑ دیا۔ خدا کی قسم یقیناً (تمہارے اس فعل سے) عرب کے بہت سے گروہ دین سے پھر جائیں گے اور یقیناً دینِ اسلام میں شک کرنے لگیں گے۔ اگر خلافت کو تم لوگ اہلبیت رسولؐ ہی میں رہنے دو تو تمہارے اوپر دو تلواروں میں ردّ و بدل نہ ہو خلافت تو اس کے لئے ہوگئی ہے جو غالب آگیا ہے۔ شوق کی نظر سے وہ آنکھ اس خلافت کی طرف دیکھتی ہے جو اس منصب کی اہل نہیں ہے۔ اس خلافت کے لئے بہت زیادہ کشت و خون ہوگا۔ تم خود بھی جانتے ہو اور جن کو تم نے منتخب کیا ہے وہ بھی جانتے ہیں کہ رسولؐ نے کہا تھا کہ خلافت میرے بعد علیؑ کے لئے ہے، پھر ان کے فرزندوں حسنؑ اور حسینؑ کے لئے، پھر حسینؑ کی اولادِ طاہرینؑ کے لئے ہے۔ تم نے قولِ رسولؐ کو نافذ ہونے سے روک دیا اور خلافت کے سلسلہ میں جو رسولؐ سے عہد کیا تھا اس کو بھلا دیا، تم نے مٹ جانے والی دنیا کی پیروی کی اور ہمیشہ رہنے والی آخرت کو بھلا دیا۔ وہ آخرت کہ جہاں جوانوں کو پیری نہیں، جہاں نعمتوں میں زوال نہیں، جہاں کے ساکنین کے لئے کوئی غم نہیں، جہاں کے باشندوں کے لئے موت نہیں، ایسی جگہ کو تم لوگوں نے اس جگہ کے عوض لے لیا کہ جو ذلیل و حقیر ہے۔ مٹ جانے والی ہے، جرائم کرنے والی ہے، فنا ہو جانے والی ہے۔ اس کے علاوہ بھی آپ گاہے گاہے خلیفہ کے خلاف اپنی آواز لوگوں کے کانوں تک پہنچاتے رہے، (ہم تمام تفصیلات یہاں نہیں بیان کر سکتے) خلیفۂ ثانی کا دور آیا اور انہوں نے جناب ابوذرؒ کو شام بھیج کر گویا کہ اپنے سر سے بلا ٹال دی (تاریخوں میں سَیرّ ہ کی لفظ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خلیفۂ ثانی نے آپ کو شام بھجوا دیا تھا) شام میں جناب ابوذرؒ

رہے یہاں تک کہ خلیفۂ ثالث کا دور خلافت آیا، آپ کے تبلیغات جس طرح تھے اسی طرح باقی رہے بلکہ اور کچھ زیادتی ہوگئی۔ صدوقؒ و مجلسیؒ اور عامہ میں مسعودی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک دفعہ عثمان نے آپ کو شام کی طرف جلا وطن کیا تھا، دوبارہ ربذہ کی طرف بھیجا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ خلیفۂ ثانی کی وفات کے بعد آپ پھر مدینہ آگئے تھے اور عثمان نے آپ کو شام کی طرف واپس کر دیا۔ اس باب میں یہ بیان ہوا ہے کہ آپ فضائلِ اہلبیتؑ اور اطاعتِ خدا و رسولؐ و قرآن کی تبلیغ کرتے تھے جس کی بناء پر خلیفۂ ثالث کو مدینے میں انقلاب کا خوف پیدا ہوا اور انہوں نے ابوذرؓ کو شام بھیج دیا۔ شام میں بھی آپ برابر اپنے تبلیغی مشن میں مشغول رہے۔ معاویہ نے چاہا کہ جناب ابوذرؓ کی صدائے انقلاب کو دولت کی قوت سے بند کر دیا جائے۔ اسی خیال کے تحت معاویہ نے متعدد بار آپ کے پاس کبھی تین ہزار دینار، کبھی ایک ہزار درہم، کبھی کوئی دوسری بڑی رقم بھیجی تاکہ دولت ابوذرؓ کا منہ بند کر دے مگر کبھی تو آپ نے اس رقم کو کھڑے کھڑے واپس کر دیا، کبھی قبول بھی کیا تو اس عنوان سے کہ غریبوں کا حق معاویہ دبائے ہوئے تھا۔ اس بہانہ سے یہ حق نکل آیا ہے اور آپ نے سب فقیروں، غریبوں اور مستحقین پر تقسیم کر دیا۔ جب اس طرح ابوذرؓ کی زبان بندی نہ ہو سکی تو قوت صرف کی جانے لگیں، کبھی قتل کی دھمکی، کبھی قید سخت کی دھمکی لیکن سب بے کار ہو جاتا۔ کبھی دولت مندوں کے مجمع میں پہنچے تو اس آیت کی تلاوت کر دی کہ جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور راہِ خدا میں مستحقین کو نہیں دیتے ان کے لئے (اے رسولؐ) ہمیشہ کے عذاب کی بشارت ہے۔ (آیت ۳۵ سورہ توبہ پارہ ۱۰) کبھی شام کے بازاروں میں اس آیت کی تلاوت فرما رہے ہیں کہ:

اس دن وہ (سونا چاندی) جہنم کی آگ میں لال کیا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور ان کی پیٹھیں داغی جائیں گی الخ (سورۂ توبہ آیت ۹) معاویہ نے دمشق میں ایک قصر بنوایا جس کا نام خضراء تھا تو آپ نے معاویہ سے سوال کیا کہ تم نے اگر یہ بیت المال سے بنوایا ہے تو یہ مالِ خدا میں خیانت ہے اور اگر اپنے پیسے سے بنوایا ہے تو یہ فضول خرچی کی ہے۔ آپ شام میں فرمایا کرتے تھے کہ یہاں جو جو کام ہوتے ہیں نہ میں ان سے واقف ہوں نہ جو کتاب خدا و سنت رسولؐ میں ہیں! میں تو یہ اندھی نگری دیکھ رہا ہوں کہ حق کے چراغ بجھائے جا رہے ہیں اور باطل زندہ کیا جا رہا ہے، سچ بولنے والوں کو جھٹلایا جا رہا ہے جلامہ بن جندل الغفاری کا بیان ہے کہ میں معاویہ کی طرف سے قنسرین و عواصم کا حکمراں معین ہوا تھا۔ خلافتِ عثمان کے زمانہ میں ایک دن نظم و نسق دیکھنے جو آیا تو کیا سنتا ہوں کہ کوئی قصر کے دروازے پر چیخ رہا ہے کہ ان پر شدت سے آگ برسانے والا بادل آگیا، خداوندا! تو ان پر لعنت کر جو دوسروں کو بری باتوں سے روکتے ہیں لیکن خود برائیاں کرتے ہیں۔ اس کے بعد معاویہ نے جلامہ کو بتایا کہ یہ ابوذرؓ ہیں جن کی روز کی سیرت یہ ہے کہ قصر کے دروازے پر آکر یہی کلمات کہا کرتے ہیں۔ اس کے بعد بہت کچھ معاویہ سے اور آپ سے سخت بحث بھی ہوئی اور بھی کئی دفعہ امیر شام اور حضرت ابوذرؓ سے آمنے سامنے بحثیں ہوئیں جیسا کہ ابن سوراء نے آپ سے ملاقات کر کے کہا کہ اے ابوذرؓ کیا یہ تعجب خیز بات نہیں ہے کہ معاویہ کی یہ تبلیغ ہے کہ سب مال اللہ کی ملکیت ہے، دنیا کی ہر شے اسی کے لئے ہے۔ معاویہ کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمام مسلمانوں کی جیبیں خالی کرا کے شاہی خزانے بھرلے اور اس کے بعد پھر تو مسلمین کے نام تک کو دنیا سے مٹا دے گا۔ اس کے بعد بھی جناب ابوذر نے معاویہ کے سامنے احتجاج کیا۔ ان مسلسل کوششوں، اور عرق ریزیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ عوام میں حکومت وقت کے افعال پر نکتہ چینی کا ایک شعور پیدا یا بیدار ہو گیا۔ اب لوگ حکومت کے ہر فعل کو خلیفہ رسولؐ کا عمل سمجھ کر صحیح ہی تسلیم کرنے کے خلاف بھی سوچنے لگے بلکہ احتجاج بھی کرنے لگے، جیسا کہ عبادۃ بن صامت کے احتجاج نے حکومت معاویہ کی مطمئن حس کو جھنجھوڑ دیا۔ اب معاویہ کا اطمینان

ختم ہوگیا۔ پھر حبیب بن مسلمہ نے بھی معاویہ کو ملک کے بگڑتے ہوئے حالات کی طرف متوجہ کیا۔ اب حاکم وقت خود انقلاب کی دبی دبی لہریں محسوس کرنے لگا، جیسا کہ معاویہ کی سخت اضطرابی حالت اس خط سے ظاہر ہوجاتی ہے جو اس نے عثمان کو لکھا ہے۔ ابن اثیر اور طبری وغیرہ نے تو صریحی لکھا ہے کہ معاویہ نے عثمان کو لکھا کہ ابوذرؓ نے میرے اوپر دنیا تنگ کردی ہے۔ یہ بھی کلمات ملتے ہیں کہ اگر آپ کو اب بھی شام سے کوئی دلچسپی ہے تو ابوذرؓ کا کوئی علاج کیجئے، ورنہ ملک شام ہاتھ سے جاتا ہے۔ اس خط سے معلوم ہوجاتا ہے کہ جناب ابوذرؓ کی کوشش رائیگاں نہیں ہورہی تھی بلکہ شامی مسلمانوں میں برقِ حریت چمک اٹھی تھی ۔

جب تک اس خط کا جواب نہ آیا اس وقت تک جناب ابوذرؓ قید خانے میں قید کردیئے گئے۔ مدینے سے خط کا جواب آیا کہ ابوذرؓ کو مدینے بھیج دو لیکن اس طرح کہ راستے میں کہیں قیام نہ کیا جائے، رات دن سفر کیا جائے، ایسے اونٹ پر سوار کیا جائے جس پر عماری یا کجاوہ کچھ نہ ہو، بس صرف لکڑی کا پالان ہو، ناقہ بھی بہت ہی شریر قسم کا مہیا کیا جائے۔ جناب ابوذرؓ اسی شان سے مدینہ کی طرف روانہ کئے گئے۔ لوگوں کو آپ کے بے لوث خدمات، عوام کی خیر خواہی، علم و فضل وغیرہ نے اتنا گرویدہ کرلیا تھا کہ بہت دور تک ایک بڑی جماعت آپ کو رخصت کرنے آئی۔ لوگوں نے روتے ہوئے آپ کو رخصت کیا۔ آپ جب مدینہ کے قریب پہنچے اور جبل سلع (پہاڑ) کی چوٹی سے لوگوں کا مجمع دیکھا تو پکار کے کہا اے اہل مدینہ! بشارت ہو تم کو ایک ہمہ گیر ہلاکت اور اس جنگ کی کہ جس سے بڑی بڑی دوسری جنگیں پیدا ہوتی ہیں ۔ (ممکن ہے جناب ابوذرؓ کا اشارہ جنگ جمل و صفین وغیرہ کی طرف ہو) آپ اس طرح مدینہ پہنچے کہ رانوں کا گوشت تک پالان کی رگڑ سے کٹ گیا تھا۔ پھر دربارِ خلافت میں پیش کئے گئے۔ عثمان نے پوچھا کہ تمہارے زخم زبان کی اہل شام بہت شکایت کرتے ہیں، ذرا میں بھی تو سنوں کہ آپ کیا فرماتے تھے حکومت کے فرائض آپ نے انجام دینا شروع کردیئے، تم لوگوں کو محنت شاقہ اور اقتصادی بن جانے پر مجبور کیا کرتے تھے، رعیت پر جبر کرتے تھے کہ وہ زاہد بن جائے ؟ جناب ابوذرؓ نے جواب دیا کہ تم لوگوں پر فرض ہے کہ سرمایہ داروں سے اس وقت تک راضی نہ ہو جب تک کہ وہ اپنے اموال کو راہ خدا میں خرچ نہ کریں، اپنے پاس پڑوس کے ساتھ نیکی کا برتاؤ نہ کریں، اپنے دوسرے بھائیوں کے حقوق ادا نہ کریں، اپنے خاندان، قوم و قبیلہ کے ساتھ صلۂ رحم نہ کریں۔ اس پر عثمان نے کعب الاحبار (قاضی دربار) سے سوال کیا کہ بتاؤ، اگر کوئی شخص صدقات واجبہ وغیرہ کو ادا کردے تو پھر اس پر دوسروں کا کوئی حق باقی رہ جاتا ہے ؟ کعب نے کہا: '' پھر کوئی حق باقی نہیں رہتا۔'' یہ سن کر جناب ابوذرؓ کو غصہ آگیا اور آپ نے کعب کے سر پر کوئی چیز (یا عصا) کھینچ مارا اور کہا کہ یہودی بچے بھلا تجھ کو احکامِ شرع سے کیا ربط؟ تو مسلمین کے احکام شرع کیا جانے؟ اس کے بعد عثمان نے آپ کو جلاوطن کیا۔ مسعودی نے جلاوطن کئے جانے کے دو سبب لکھے ہیں۔ ایک تو جناب ابوذرؓ کے تبلیغات جس کے بعد آپ نے یہ روایت دربار میں نقل کی کہ رسولؐ نے فرمایا ہے کہ جب بنی ابوالعاص کے تیس آدمی پورے ہوجائیں گے تو یہ لوگ مسلمانوں کے اموال کے ساتھ یہ سلوک کریں گے کہ ان سے چھین کر اس کو اور اس سے چھین کر اس کو دیں گے اور خود مسلمین کو مثل چوپاؤں کے بنادیں گے۔ اس پر عثمان نے کہا کہ یہ حدیث رسولؐ کی نہیں ہے۔ اہل دربار سے گواہی طلب کی گئی لیکن کوئی گواہ نہ ملا آخر امیرالمومنینؑ سے پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے سنا تو نہیں ہے لیکن ہے یہ حدیث ہی۔ اہل دربار کو تعجب ہوا کہ یہ کیسی تصدیق ہے؟ خود آپ نے فرمایا کہ ابوذرؓ کے متعلق رسولؐ کا ارشاد ہے کہ آسمان نے سایہ نہیں کیا اور زمین نے آغوش میں پرورش نہیں کی ابوذرؓ سے زیادہ سچے کی لہٰذا اگر ابوذرؓ کہتے ہیں کہ رسولؐ نے فرمایا ہے تو بس رسولؐ نے فرمایا ہے۔ اس دوسری حدیث کی سب نے تصدیق بھی کی۔ عبدالرحمن بن عوف زہری کے انتقال کے بعد

آج ہی عثمان کے پاس ان کا ترکہ لایا گیا تھا۔ دس دس ہزار درہم کی اتنی تھیلیاں تھیں کہ اگر عثمان کے سامنے کوئی شخص کھڑا بھی ہوتا تو یہ تھیلیاں مثل دیوار کے نہ دیکھنے دیتیں۔ اس کثیر رقم کو دیکھ کر عثمان نے کہا کہ میں عبدالرحمن کے سلسلے میں نیکی ہی کی امید رکھتا ہوں کیونکہ وہ بہت زائد مہماں نواز تھے اور راہِ خدا میں مال تصدق دیتے تھے پھر بھی یہ مال ترکہ چھوڑا ہے۔ کعب الاحبار نے کہا کہ سچ کہا آپ نے اے امیر المومنین (یعنی عثمان) یہ سن کر ابوذرؓ نے اپنا عصا کعب کے سر پر دے مارا اور کہا کہ اے یہودی بچے جو شخص مرے اور اتنا کثیر مال چھوڑ جائے اس کے لئے تو نیکی کی امید رکھتا ہے اور یقین رکھتا ہے کہ اللہ اس کی جزا بھی دے گا۔ میں نے رسولؐ سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ وہ موت مجھ کو خوشگوار نہیں معلوم ہوسکتی کہ میں اتنا مال چھوڑ کر مروں جو قیراط سے وزن کرنے کے قابل ہو۔ (دینار کے چوتھے حصہ کا چھٹا حصہ) اس کے بعد جناب ابوذرؓ کو حکم ملا کہ تم ربذہ کی طرف چلے جاؤ اور ہمارے شہر کو چھوڑ دو اور عام حکم دیا گیا کہ کوئی ابوذرؓ کو رخصت کرنے نہ جائے اور مروان بن حکم کو ساتھ کر دیا گیا کہ حدودِ شہر تک وہ پہنچائیں اور نگرانی کرتے رہیں کہ کوئی خلیفۂ وقت کے حکم سے عدول حکمی نہ کرنے پائے۔ منادی کرادی گئی کہ نہ تو کوئی ابوذرؓ کو رخصت کرے اور نہ کوئی ان سے بات کرے۔ حکومت کے اس اعلان کے بعد بے چارے عوام میں کہاں اتنی ہمت تھی کہ حکومت کی مخالفت کرسکیں، لہٰذا کوئی رخصت کرنے نہ گیا، ہاں جب امیر المومنینؑ کو معلوم ہوا تو آپ خود اور جناب عقیلؑ اور جناب عمار یاسرؓ اور امام حسنؑ اور امام حسینؑ یہ سب رخصت کرنے کے لئے نکلے۔ راستے میں یہ تمام حضرات جناب ابوذرؓ اور مروان ساتھ ساتھ چل رہے تھے کہ اثنائے راہ میں امام حسنؑ نے جناب ابوذرؓ سے کچھ گفتگو کی تو فوراً مروان نے اعتراض کیا اور کہا کہ اے حسنؑ کیا تم کو معلوم نہیں کہ امیر المومنین نے اس شخص سے گفتگو کرنے سے روکا ہے اور اشارہ جناب ابوذرؓ کی طرف کیا اور کہا کہ اگر معلوم نہ تھا تو خیر اب تم کو معلوم ہو جانا چاہئے؟ یہ سن کر امیر المومنینؑ نے مروان کے ناقہ کے سر پر ایک عصا مارا اور کہا کہ دور ہو جا، ہماری راہ چھوڑ دے، خدا تجھ کو آتشِ جہنم میں داخل کرے، مروان غصہ سے سرخ ہو گیا اور عثمان کے پاس بگڑ کر واپس چلا گیا۔ جا کر تمام حالات بیان کئے۔ یہ سن کر عثمان بھی غضبناک ہوئے۔ ایک جگہ جناب ابوذرؓ رک گئے اور سب لوگوں نے آپ کو رخصت کیا۔ آخر میں جناب امیر المومنین نے حسنینؑ سے کہا کہ تم بھی اپنے چچا کو رخصت کرو اس کے بعد جناب ابوذرؓ نے کہا کہ مجھ کو اہلبیتؑ کے چھوٹنے کا اصل میں رنج ہے کیونکہ جب میں ان کی زیارت کرتا تھا تو رسولؐ کی زیارت کرتا تھا۔ آپ سب سے جدا ہو کر روانہ ہو گئے اور ربذہ پہنچ کر وہیں مقیم رہے۔ وہاں آپ کے پاس کچھ دنبیاں، کچھ اونٹ، کچھ غلام تھے۔ یہ ذریعۂ معاش تھا لیکن ایک بیماری آئی جس سے تمام جانور، تمام غلام سب ختم ہو گئے۔ اب آپ پر سخت فلاکت کا زمانہ آ گیا، کئی کئی دن گزر جاتے تھے کہ بچے بھوک سے تڑپا کرتے تھے اور کچھ کھانے کو نہ ملتا تھا اور بھوک کی شدت کی بناء پر آپ کے صاحبزادے ذر کا انتقال ہو گیا، تنہائی میں آپ نے خود ہی جوان فرزند کا غسل و کفن کیا، اپنے ہاتھوں دفن کیا اور کچھ بہت ہی درد انگیز کلمات فرزند کی قبر پر فرمائے جو بحار وغیرہ میں موجود ہیں۔ پھر آپ کی شریک حیات کا بھی انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد آپ خود بھی بیمار ہو گئے۔ بیماری کے ساتھ ساتھ بھوک کی شدت بھی تھی۔ آپ نے اپنی صاحبزادی سے کہا کہ بیٹی اس صحرا میں تلاش کرو شاید کچھ جنگلی پھل مل جائیں۔ بیٹی نے تلاش کیا اور اس کے بعد آ کر کہا کہ بابا دور دور تک کوئی چیز نہیں ملتی۔ بیٹی کے اس جواب سے امید کی آخری کرن بھی ختم ہو گئی۔ اب آپ نے قبلہ کی طرف اپنا رخ کر لیا اور ریگِ صحرا کا تکیہ بنا لیا، زبان پر کلمۂ شہادت جاری فرمایا۔ یہ حالت دیکھ کر کمسن بچی دہل گئی، رونا شروع کر دیا۔ آپ نے بیٹی سے پوچھا کہ روتی کیوں ہو؟ بچی نے عرض کی کہ آپ اس جنگل میں جہاں نہ میرا کوئی معین ہے نہ مددگار مجھ کو اکیلا چھوڑ کر چلے جا رہے ہیں، میرے پاس اتنا بھی تو

نہیں کہ آپ کو غسل وکفن دے سکوں، نہ اتنی قوت ہے کہ دفن کرسکوں۔ یہ سن کر آپ نے بیٹی کو تسلی دی اور کہا کہ اس کے لئے پریشان نہ ہو، میرے حبیب رسول اللہ نے مجھے خبر دی ہے کہ میں عالم غربت میں جنگل میں انتقال کروں گا۔ اس وقت اللہ ایک گروہ کو بھیجے گا جو میرا غسل وکفن کرے گا مجھ کو دفن کرے گا جب میں مرجاؤں تو یہ بکری ذبح کرنا اور اس کو پکانا (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کے لئے آپ نے ایک بکری محفوظ رکھی تھی) اور گزرگاہ پر جاکر بیٹھ جانا، ایک قافلہ گزرتا ہوا نظر آئے گا۔ تم پکار کر کہنا کہ اے اللہ کے مسلم بندو اس جنگل میں ابوذرؓ صحابی پیغمبرؐ نے انتقال کیا اور اللہ سے ملاقات کی تم لوگ غسل وکفن میں مدد کرو۔ اس کے بعد آپ نے انتقال فرمایا۔ بیٹی نے باپ کی وصیت پر عمل کیا، راستے پر آکر بیٹھیں۔ جب دور سے قافلہ آتا نظر آیا تو آپ نے وہی کلمات پکار کر کہے۔ اس قافلے میں مالک اشترؓ اور عبداللہ بن مسعود تھے۔ یہ سن کر مالک اشترؓ نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہا اور قافلہ رک گیا۔ سب اس بچی کے ساتھ اس جگہ پہنچے جہاں ابوذرؓ کی میت تھی۔ قافلہ والوں کا بیان ہے کہ انتہائی تیز مشک کی خوشبو آپ کی میت سے آرہی تھی۔ تمام اہل قافلہ نے مل کر آپ کو کفن دیا۔ مالک اشترؓ نے نماز پڑھائی اور سب نے مل کر اس آفتاب ہدایت کو لحد کے سپرد کردیا۔ مالک اشترؓ نے آپ کی قبر پر کھڑے ہوکر یہ کلمات فرمائے کہ ''مالک! یہ تیرے عبادت گزار بندوں میں ایک بندہ تھا۔ یہ وہ تھا جس نے تیرے لئے مشرکین سے نبرد آزمائی کی، جس کے دین میں نہ کچھ تغیر ہوا نہ کچھ تبدل۔ ہاں اس نے برائیوں کو دیکھا تو ان کو اپنی زبان کی مدد سے اچھائیوں سے بدل دیا اور اپنے قلب سے منکر کو معروف بنادیا، یہاں تک کہ اسی جرم میں اس پر مظالم ڈھائے گئے اور اس کو شہر بدر کردیا۔ بلکہ زندہ درگور کردیا گیا۔ حقوق سے محروم کردیا گیا یہاں تک کہ عالم تنہائی میں انتقال کیا پروردگارا! تو اس کو ہلاک کردے جس نے ان کو حقوق سے محروم کیا اور جس نے ان کو مدینہ اور حرم رسولؐ سے نکالا۔ تمام اہل قافلہ آمین کہہ رہے تھے۔ اس کے بعد ان لوگوں کے سامنے کھانا لایا گیا۔ اہل قافلہ نے کچھ تامل کیا تو آپ کی صاحبزادی نے جناب ابوذرؓ کی وصیت نقل کی، سب نے کھانا کھایا اور اس کے بعد قافلے والے اپنے ساتھ ہی آپ کی صاحبزادی کو بھی لیتے گئے۔ بعض کے خیال کے مطابق آپ کو امیرالمومنینؑ کے سپرد کردیا گیا۔ یہ واقعہ ۳۲ھ کا بیان کیا جاتا ہے۔ آپ کی قبر ربذہ ہی میں ہے۔ ابن ہشام وغیرہ کے خیال کے مطابق ربذہ مدینہ کے قریب ایک جگہ ہے، ابوالفتح نے لکھا ہے کہ مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر یہ جگہ ہے، اگر مدینہ سے ہم مکہ جائیں تو راستے میں قبر جناب ابوذرؓ پڑے گی۔ آپ نے ربذہ میں ایک مسجد بھی بنائی تھی۔

(سلسلۂ اشاعت امامیہ مشن، لکھنؤ نمبر ۷۰۶، محرم الحرام ۱۳۸۹ھ)

❁❁❁

(صفحہ ۵۴ کا بقیہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔)

(۷۹)

تا خیمہ لائے اکبرؑ تشنہ دہاں کی لاش
رکھ کر زمیں پہ کشتۂ تیغ و سناں کی لاش
بولے کہ بچو آؤ اٹھاؤ جواں کی لاش
ہم صورتِ پیمبرؐ کون و مکاں کی لاش
لیلیٰ پکاریں شکرِ خدا حق ادا ہوا
میرا سعید بیٹا پدر پر فدا ہوا

(۸۰)

خیمہ سے نکلے دوڑ کے طفلانِ تشنہ کام
تا لائیں لاشِ اکبرؑ ذیشان و لالہ فام
جلتی زمیں پہ بیٹھ گئے سرورِ انام
میت اٹھائی بچوں نے لے کر علیؑ کا نام
نظمیؔ نہیں ہے تابِ رقم، غم کے بین کی
منزل کڑی ہے صبرِ امامِ حسینؑ کی

❁❁❁